(۴۵)

فتنہ انگیزوں کے متعلق گورنمنٹ کی خاموشی

(فرمودہ ۴۔ اپریل ۱۹۳۰ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

مجھے اس ہفتہ میں متواتر اور کثرت سے دوستوں کے خطوط آتے رہے ہیں۔ آج بھی آئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں ابھی اور بھی کچھ دنوں تک آئیں گے جو اس امر کے متعلق ہیں کہ وہ شرارتی لوگ جو اپنے خُبثِ باطن کو ایسے رنگ میں ظاہر کر رہے ہیں کہ جس کی مثال جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے شاید ہی چند سیاہ باطن لوگوں کے سوا کہیں ملتی ہو' ان کا علاج کیوں نہیں کیا جاتا۔ بعض خط لکھنے والے دوست جوش کے اظہار میں بہت تیز ہیں بعض مجھ پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں کہ میں اِس قدر وسعتِ حوصلہ کس طرح دکھا رہا ہوں جبکہ ہم جو دوسرے مخاطب ہیں اس کی برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر بعض ایسے ایسے دوستوں کی طرف سے خطوط آئے ہیں جن کی طبیعت کی نرمی اور جن کے مزاج کی سردی کو میں انتہائی درجہ کا سمجھتا تھا ان میں سے بعض کے خطوط ایسی سچی تکلیف اور ایسے بے محابا اظہارِ درد پر مشتمل ہیں کہ باوجودیکہ وہ مجھ سے اظہارِ ہمدردی کر رہے ہیں لیکن ان کی تکلیف کے خیال سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

میں ان دوستوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایسے بدطینت لوگوں کا منہ بند کرنے کے دنیوی لحاظ سے دو ہی ذرائع ہیں ایک قانون کے ذریعہ اور دوسرے اسی ذریعہ سے جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ یعنی جس طرح وہ قانون شکنی کر رہے ہیں ہم میں سے بھی بعض قانون شکنی پر آمادہ ہو جائیں اس کے سِوا تیسرا کوئی ذریعہ مجھے نظر نہیں آتا۔

اگر ان لوگوں میں شرافت کا کوئی ذرّہ بھی ہوتا اور اگر یہ دُور کی نسبت سے بھی انسان کہلانے کے مستحق ہوتے تو ایسے افعال ہرگز نہ کر سکتے کیونکہ کوئی شخص جس کی فطرت میں انسانیت کا کوئی کم سے کم شائبہ بھی موجود ہو' ایسے کمینہ جُرم کا ارتکاب کبھی نہیں کرسکتا۔ یہ لوگ انسانیت سے بالکل عاری ہیں اور دنیا کا کوئی شریف النفس انسان ان لوگوں کو بلکہ ان سے تعلق رکھنے والوں اور ان کی پُشت پناہ بننے والوں کو بھی شریف انسان نہیں سمجھ سکتا اس لئے ایسے لوگوں سے یہ امید ہی نہیں کی جاسکتی کہ اگر ان کو سمجھایا جائے کہ انسان بنو تو وہ مان جائیں گے۔ انسان وہی بن سکتا ہے جس کے اندر انسان بننے کی طاقت ہو۔ ہم انسان کو یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ عالم بنو لیکن ایک بھینس یا گھوڑے یا کُتّے سے ایسی توقع فضول ہے۔ انسان سے ہی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ترقی کرے لیکن یہ انسانیت کے دائرہ سے خارج ہو چکے ہیں اس لئے ان کو سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا اور میں سمجھتا ہوں یہ طریق کسی کے ذہن میں بھی نہ ہوگا باقی دو طریق رہ جاتے ہیں ایک تو یہ کہ ایسے ہی طریق سے ان لوگوں کو سیدھا کیا جائے جو ایسے گندہ اور خبیث الفطرت لوگوں کا علاج ہے اور دوسرا ذریعہ قانونی کارروائی کرنا ہے۔ قانونی پہلو کے متعلق میں اپنی پوزیشن واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ گورنمنٹ کے قانون میں بعض ایسی دفعات موجود ہیں جن کے ماتحت ان لوگوں کے خلاف جو کسی جماعت کے مذہبی لیڈر کی ہتک کریں اور اس طرح اس جماعت کے ممبروں کو اشتعال دلائیں ، گورنمنٹ خود قانونی کارروائی کرسکتی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کہاں تک سچ ہے کہ بوہرہ کمیونٹی کے لیڈر کی ہتک کرنے والوں کے خلاف ایک مقدمہ ہؤا تھا اور آخر تک تمام عدالتوں نے تسلیم کیا کہ یہ مقدمہ اس دفعہ کے ماتحت آتا ہے۔ بوہرہ کمیونٹی تعداد کے لحاظ سے' سیاسی عظمت کے لحاظ سے' پھیلاؤ کے لحاظ سے' گورنمنٹ کی خدمات کے لحاظ سے ہماری جماعت کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ پھر بڑھنے کی طاقت اور قوت کے لحاظ سے تو وہ ہم سے بہت کم ہے۔ کیونکہ وہ ایک قومی مذہب ہے جس میں نئے لوگ شامل نہیں ہوسکتے۔ پس اگر یہ صحیح ہے کہ گورنمنٹ نے اس موقع پر مقدمہ چلایا تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ جماعت احمدیہ کے لئے گورنمنٹ ایسا نہ کر سکے جبکہ اس کے افراد یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ محض فتنہ انگیزی کے لئے کیا جارہا ہے اور وہ اس فتنہ کی حقیقت سے ذاتی طور پر واقف ہیں۔ اب میں یا کوئی اور خلیفہ اگر ایک دفعہ عدالت میں چلا گیا تو ہمیشہ کے لئے قوم کا یہ حق مارا

جائے گا۔ یہ خیال غلط ہے کہ یہی لوگ ہمارے دشمن ہیں اور جب یہ فنا ہو جائیں گے تو مخالفت بھی مٹ جائے گی کیونکہ جب تک ہم تبلیغ کریں گے اور دوسروں کو کھاتے جائیں گے یا جب تک تربیت کا کام اپنے ہاتھ میں رکھیں گے ہمارے اندرونی اور بیرونی دشمن پیدا ہوتے رہیں گے۔ جب تک ہم لوگوں کے گھروں پر روحانی چھاپے مارتے رہیں گے اور ان کے آدمیوں کو اپنے ساتھ ملاتے رہیں گے اُس وقت تک ہندو' سکھ' عیسائی' پارسی' یہودی' غیر احمدی غرضیکہ دنیا کی ساری قوموں میں سے جوشیلے اور اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکنے والے لوگ ہمارے دشمن ہوتے رہیں گے اور ایسے حالات کے پیدا ہونے کا احتمال ہمیشہ باقی رہے گا اس لئے اگر میں آج عدالت میں نالش کر دوں تو کل اگر ایسی ہی صورت پھر پیش آئے تو کہا جائے گا کہ یہ کوئی خاص بات نہیں تمہارا ایک خلیفہ عدالت میں جا چکا ہے اس لئے اب بھی خود دعویٰ کرو اور جماعت کا یہ حق ہمیشہ کے لئے مارا جائے گا۔ درحقیقت گورنمنٹ کی خاموشی احمدیہ جماعت کے صبر کی آزمائش ہے اور وہ دیکھ رہی ہے کہ احمدیہ جماعت اپنا یہ حق چھوڑتی ہے یا لے کر رہتی ہے۔ پس یہ سوال ایک فرد کا سوال نہیں بلکہ جماعت کی عزت اور خلافت کے درجہ کے وقار کا سوال ہے۔ پس یا تو جماعت اپنے اس حق کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے اس تذلیل پر خوش ہو جائے یا پھر تیار ہو جائے کہ خواہ کوئی قربانی کرنی پڑے اس حق کو لے کر رہے گی۔

اگر گورنمنٹ اس موقع پر خاموش رہے گی تو ہم مجبور ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں کہ چونکہ ایسے مواقع پر لوگ تلوار بھی اُٹھا لیتے ہیں۔ آغا خانیوں میں سے بعض لوگ باغی ہو گئے تو سخت خونریزی ہوئی' باغیوں کو جان سے مار دیا جاتا اور ہر مرنے والے کے سینہ سے ایک خط ملتا جس پر لکھا ہوتا کہ یہ ہے بغاوت کا نتیجہ' اسی طرح بوہروں میں بھی فسادات ہوئے۔ اگر گورنمنٹ یہاں بھی ایسے ہی نظاروں کا انتظار کرتی ہے تو یہ اس کی سخت سیاسی غلطی ہوگی۔ گورنمنٹ کی مضبوطی اس میں ہے کہ وہ قانون کا ادب کرنے والوں کی حفاظت کرے اور اسے توڑنے والوں کا مقابلہ کرے ورنہ وہ حُکّامِ برطانیہ جو ایسے موقعوں پر فساد کے منتظر رہیں گے وہ اُس جاپانی کی تصدیق کریں گے جس نے چند سال ہوئے ایک مضمون لکھا تھا کہ جب ہم لوگ یورپ کے دوسرے ممالک میں گئے اور لوگوں نے ہمارے حالات دیکھے تو سب قومیں کہنے لگیں یہ لوگ غیر مہذّب ہیں۔ ہم نے خیال کیا معلوم نہیں کون سی چیز ہے جو ہمیں غیر مہذب بناتی ہے۔ ہم نے سمجھا شاید ہمارے لباس

میں صفائی نہیں اس لئے اپنا لباس تبدیل کیا اور ویسا ہی شائستہ بنایا جیسا یورپ کی دوسری اقوام کا تھا لیکن پھر بھی ہمیں غیر مہذّب ہی سمجھا گیا۔ پھر ہم نے خیال کیا شاید تہذیب تعلیم کا نام ہے اور ہم نے ملک کے اندر تعلیم جاری کی لیکن اس پر بھی یورپین لوگوں نے ناک بھوں چڑھا کر یہی کہا جاپانی غیر مہذّب ہیں۔ پھر ہم نے خیال کیا شاید صنعت وحرفت میں ترقی کرنے سے ہم مہذّب کہلا سکیں اس لئے اس پہلو سے بھی ہم نے خوب ترقی کی لیکن اس پر بھی یورپین اقوام ہمیں غیر مہذّب ہی کہتی رہیں۔ پھر ہم نے سوچا شاید تجارت کی ترقی سے ہم مہذّب بن سکیں گے۔ اس لئے تجارت کی طرف توجہ کی اور اس پہلو میں بھی وہ ترقی کی کہ یورپین اقوام کو ان کی منڈیوں میں جا کر شکست دی لیکن پھر بھی ہم مہذّب نہ کہلا سکے۔ پھر ہم نے سوچا شاید فوجوں کی درستی اور جہازوں کی تعمیر سے ہم مہذّب بن سکیں گے اس لئے ہم نے فوجوں کو اچھی طرح ترتیب دیا اور کئی ایک جنگی اور تجارتی جہاز تعمیر کئے لیکن یورپ والوں نے پھر بھی انکار کا سر ہلا دیا۔ آخر ہم نے ایک موقع پر روس سے جنگ کی ہم تلوار لے کر اُٹھے اور منچوریا کے میدان میں ایک لاکھ سفید چمڑی والے روسیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تب ہر طرف سے شور بلند ہوا اور چاروں طرف سے تاریں چھپنے لگیں کہ جاپانی بہت مہذّب ہیں۔ ہم تو برطانیہ کو اس سے بالا سمجھتے ہیں کہ اس کے نزدیک تہذیب اسی کا نام ہو لیکن اگر اس نے اپنے رویہ سے یہی ثابت کیا تو یہ بات ہماری آنکھیں کھولنے والی ثابت ہوگی۔ ہم برطانیہ کو اس لئے اچھا خیال کرتے ہیں کہ ہم اسے دوسری قوموں سے زیادہ مہذّب' زیادہ انصاف پسند اور مظلوم کا حامی سمجھتے ہیں لیکن دنیا کے تختہ پر کون سی ایسی خبیث طاقت ہوسکتی ہے جو عورتوں کے ننگ و ناموس پر حملہ کرنے والوں کو مظلوم سمجھے اور اگر حکومت ان لوگوں کو مظلوم سمجھتی ہے تو وہ کبھی شریف کہلانے کی مستحق نہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں برطانوی حکومت میں شرافت ضرور موجود ہے۔ وہ صرف ہمارے ملک کے ان چھوٹے افسروں کی وجہ سے بدنام ہو رہی ہے جنہیں اس نے تو انتظام کے لئے مقرر کر رکھا ہے لیکن وہ اپنے فائدہ کو مدنظر رکھتے ہیں حکومت کے فائدہ کا انہیں کوئی خیال نہیں ہوتا۔ وہ حکومت کے دست و بازو نہیں بلکہ غدار اور مُفسد ہیں۔

ہماری جماعت کا فرض ہے کہ اگر وہ عزت کی زندگی بسر کرنے کی خواہاں ہے تو ایسا طریق اختیار کرے جس سے حکومت پر ظاہر ہو جائے کہ وہ اس عزت کی مستحق ہے اور صبر نہ کرے جب

تک یہ حق نہ لے لے ورنہ قانونی طور پر تو ان ناپاک لوگوں کو سزا دلوانا کچھ مشکل امر نہیں۔ بعض نادان قانون سے جہالت کی وجہ سے شاید یہ خیال کرتے ہوں کہ دعویٰ اس لئے نہیں کیا جاتا کہ باتیں سچی ہیں حالانکہ فوجداری مقدمات میں تو کوئی کسی امر کو سچا ثابت کر دے تو بھی سزا ہو جاتی ہے۔ وہاں تو واقعہ کے سچے یا جھوٹے ہونے کا سوال ہی نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہتکِ عزت ہوئی یا نہیں۔ مجھے تو ان دوستوں پر تعجب آتا ہے جو مجھے کہتے ہیں آپ کیوں کوئی کارروائی نہیں کرتے حالانکہ یہ ان کا کام تھا نہ کہ میرا۔ اور بہتر تھا کہ اس کے متعلق وہ مجھ سے کچھ نہ کہلواتے کیونکہ میں اگر خلافت کی تائید میں کوئی بات کہوں تو یہی سمجھا جائے گا یہ اپنی تائید کرتا ہے۔ بعض باتیں انسان کے اپنے منہ سے اچھی لگتی ہیں اور بعض دوسروں کے منہ سے۔ اگر کسی شخص کے ہاں کوئی مہمان آئے اور وہ انتظار کرے کہ یہ کہے میرے لئے کھانا تیار کراؤ تو میں تیار کراؤں تو یہ کیسی بیہودہ بات ہوگی۔ مجھے مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی ایک بات ہمیشہ یاد رہتی ہے آپ ایک دوست کے ہاں تشریف لے گئے اس دوست نے دریافت کیا کہ کھانا تیار کرایا جائے؟ آپ اس پر بہت ناراض ہوئے اور کہا میں اب تمہارا کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ پس یہ باتیں آپ کو خود سمجھنی چاہئیں تھیں اپنی عزت و خودداری کے لئے جماعت کا اپنا فرض تھا وہ خود اس معاملہ میں ہاتھ ڈالتی میرے منہ سے یہ باتیں بھلی نہیں لگتیں یہ میری ذات کا نہیں بلکہ خلافت کے وقار کا سوال تھا۔ پس اس معاملہ میں یہ انتظار کرنا کہ میں بولوں نادانی ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے میں کسی کے ہاں جاؤں اور اسے کہوں میرے لئے کھانا پکاؤ۔ پس یہ سوال جماعت کی عزت اور اس کے اپنے احترام کا سوال تھا اور جماعت کا اپنا فرض تھا کہ اسے اپنے ہاتھ میں لیتی۔ ہاں اگر وہ ان الزامات کو صحیح سمجھتی تھی تو اس کی دیانت داری کا تقاضا یہ ہونا چاہئے تھا کہ مجھ سے علیحدہ ہو جاتی لیکن اگر وہ انہیں جھوٹ سمجھتی ہے تو پھر یہ اس کی ہتک تھی میری نہیں تھی اس لئے اس کا کام تھا کہ وہ بولتی نہ کہ میرا۔ اس معاملہ میں مجھ کو لکھنا درست نہیں۔ نپولین کو جب انگریزوں نے قید کر لیا تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو کھانے وغیرہ کی تکلیف ہوتی۔ اس کے ساتھی اس کے پاس شکایت کرتے تو وہ کہتا برطانیہ کو لکھو کہ ہمیں کھانا اچھا نہیں دیا جاتا۔ جب ان میں سے کوئی کہتا کہ حضور لکھیں تو زیادہ اثر ہوگا تو اس پر وہ کہتا کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ فرانس کا بادشاہ انگریزوں کو لکھے مجھے کھانا اچھا نہیں ملتا۔ سو اگر آپ لوگوں کے دلوں میں خلافت کا ادب

اور احترام ہے اور جماعت کو سوسائٹی میں باوقار بنانا چاہتے ہیں تو اس سوال کو ہر ایک جماعت کو خود اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے اور ہر جائز ذریعہ سے اپنا حق منوانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ہم نے تو اپنے زمانہ میں خلافت کا ہر ممکن احترام قائم رکھا اور ہماری یہ سب دشمنی اور عداوت اسی وجہ سے ہے۔ ان لوگوں نے جو آج کل غیر مبائع کہلاتے ہیں بہت زور لگایا کہ مجھے اپنے ساتھ ملالیں لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی اور میں نے ہر موقع پر خلافت کے احترام کے لئے مخالفین کا سخت سے سخت مقابلہ کیا۔ بچپن اور لاعلمی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت میں خلافت کا قائل ہی نہ تھا لیکن جب پہلے خواجہ صاحب نے اور بعد میں حضرت خلیفہ اول نے سمجھایا تو میں سمجھ گیا۔ اور اس کے بعد ہمیشہ خلافت کی حمایت کے لئے مستعد رہا اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی اسے شعائرِ اسلامی جیسی عزت نہیں دی۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی اس وجہ سے مخالفت کی، دوستوں سے علیحدگی اختیار کی اگرچہ مجھے انتہائی دکھ دیا گیا اور سخت تکالیف پہنچائی گئیں لیکن میں نے ذرّہ بھر پرواہ نہ کی اور ہمیشہ خلافت کی تائید میں کھڑا رہا۔ ہاں اگر میری سمجھ میں یہی آتا کہ خلافت ہونی نہیں چاہیئے تو میں اس صورت میں بھی منافقت سے کام نہ لیتا اور مولوی صاحب سے صاف کہہ دیتا کہ آج سے میں آپ سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے منافق کے لئے سخت سزا رکھی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [1] پس اگر آپ لوگ بھی ان باتوں میں ان لوگوں سے متفق تھے تو آپ کا فرض تھا کہ مجھ سے علیحدہ ہو جاتے اور اگر آپ لوگوں کو یقین تھا کہ یہ لوگ شرارت کر رہے ہیں اور سلسلہ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں تو آپ کا فرض تھا کہ خلافت کی عزت کو قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن قربانی سے دریغ نہ کرتے لیکن چونکہ دوست ایک خاص نظام کی پابندی کرنے کے عادی ہو چکے ہیں اس لئے انہوں نے اس فرق کو نہیں سمجھا کہ یہ معاملہ ایسا نہیں تھا جس کے لئے تحریک میری طرف سے ہوتی۔

میں اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ حکومت برطانیہ دوسری حکومتوں سے بہتر ہے حتیٰ کہ جب اخبار میں حکومت برطانیہ پر کوئی حملہ میری نظر سے گزرتا ہے تو حالانکہ میں اُس وقت بالکل اکیلا ہوتا ہوں اور میری حالت سے کوئی بھی آگاہ نہیں ہو سکتا لیکن مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعض چھوٹے چھوٹے عہدیدار ایسے ہیں جنہیں حکومت سے ہمدردی نہیں۔

اگرچہ بعض دفعہ بڑے بھی غلطی کر لیتے ہیں۔ اسمبلی اور صوبہ جاتی کونسلوں کی کارروائی میں بعض اوقات سرکاری افسروں کی ایسی تقریریں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں جو قومی غیرت کو اُکسانے والی اور نہایت بیہودہ ہوتی ہیں اور انہیں پڑھ کر میں کانگریسی لیڈروں کو حق بجانب سمجھتا ہوں کہ وہ جوش میں آ گئے۔ مجھے بھی کبھی کبھی افسروں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے اور میں نے یہی اندازہ کیا ہے کہ چھوٹوں میں ادب کم ہوتا ہے اس سے بڑوں میں زیادہ اور علٰی ھذا القیاس جتنا کوئی افسر بڑا ہوگا اُتنا ہی زیادہ ادب وتہذیب میں بڑھا ہوا ہوگا۔ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں مجھے ایک ڈپٹی کمشنر سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہ مجھے دیکھ کر کھڑا تو ہوگیا باتیں بھی کیں لیکن مصافحہ نہ کیا اور ہمارے تمدن کے لحاظ سے یہ معیوب بات ہے۔ پھر گورنر سے ملا تو اس کے رویہ میں بہت فرق تھا۔ وائسرائے سے ملا تو اس سے بھی زیادہ فرق پایا۔ وہ دروازہ تک پہلے لینے آئے اور پھر چھوڑنے بھی۔ وزیر ہند مسٹر مانٹیگو سے ملا تو انہیں اس سے بھی زیادہ مؤدب پایا انہوں نے ایک ممبر پارلیمنٹ کو کوٹھی کے بیرونی دروازہ پر جو کوئی دواڑہائی سَو گز کے فاصلہ پر تھا بھیجا اور پھر اندرونی دروازہ پر خود آئے۔ غرض جتنا کوئی بڑا افسر ہوتا ہے اُتنا ہی زیادہ اس میں شرافت کا احساس ہوتا ہے اور سوائے اس کے کہ کہیں پر قومی غیرت کا سوال ہو انگریز افسر عام طور پر شرافت سے ہی پیش آتے ہیں لیکن معمولی معمولی افسر بجائے اس کے کہ امن کو قائم کریں اپنے تعصّبات اور ذاتی فوائد کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور میرا یقینی خیال ہے کہ اگر سچائی سے اس امر کی تحقیقات کی جائے تو معلوم ہوگا کانگریس کی آدھی شورش پولیس کی وجہ سے ہے۔ اگر اس محکمہ کے ادنیٰ افسر شرافت سے کام لیں، ظلم نہ کریں، رشوت نہ لیں تو کانگریس کی آدھی طاقت ٹوٹ جائے۔ گورنمنٹ کو ایک حد تک اس بات کا علم بھی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ وہاں پر سٹیج کا سوال آ جاتا ہے اس لئے وہ باوجود محسوس ہو جانے کے زیادہ دخل ان باتوں میں نہیں دیتی۔

ایک دفعہ یہاں ایک واقعہ ہوگیا۔ غیر احمدیوں کا جلسہ تھا اس میں ایک غیر احمدی مولوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالی دی اُس وقت وہاں سے بھینی کی ایک احمدی عورت گذر رہی تھی جس نے جواب میں پنجابی کی مشہور گالی جو زمیندار عورتیں عام طور پر استعمال کرتیں ہیں۔ یعنی ''دادے منہ ہگونا'' نکال دی۔ اس پر ایک پولیس کانسٹیبل نے اس عورت کو دھکّا دیا اور اس وجہ سے بعض احمدیوں نے اس کانسٹیبل سے مقابلہ کیا۔ بعض دوست میرے پاس یہ شکایت لے کر

آ ئے کہ بعض احمدی اتنے جوشیلے ہیں کہ اتنی سی بات پر کانسٹیبل سے مقابلہ شروع کر دیا۔ مجھے ان پر کوئی غصہ نہیں آیا جنہوں نے مقابلہ کیا تھا بلکہ میں نے کہا انہوں نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔ اسے اتنا مارنا چاہئے تھا کہ جب تک وہ اس عورت سے معافی نہ مانگتا چھوڑا نہ جاتا اور میں نے کہا ابھی جا کر مجسٹریٹ سے جو اس موقع پر یہاں آیا ہوا تھا اور دوسرے افسروں سے صاف صاف کہہ دو کہ میں اس کانسٹیبل کی حفاظت کا ہرگز ذمہ دار نہیں ہوں اور میں ہر احمدی سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اسے نہ چھوڑے جب تک وہ اس عورت سے معافی نہ مانگ لے۔ آخر افسروں نے اسی کی پیٹی اُتار لی اور اسے فی الفور یہاں سے نکال دیا۔ میں نے اس وقت یہ خیال ہرگز نہ کیا کہ جس کی ہتک کی گئی وہ گاؤں کی ایک معمولی حیثیت کی زمیندار عورت ہے بلکہ اس معاملہ پر بہت سخت نوٹس لیا۔ لیکن یہ میرا اپنا معاملہ ہے اور میں نہیں چاہتا کہ آئندہ زمانہ میں یہ بات کہی جائے کہ میں نے کسی وقت قانون شکنی کو جائز سمجھا۔ یہ تو بڑی بات ہے کہ اس کی تحریک کی۔ میں اخلاق کی موت کو بداخلاقی کی زندگی پر ترجیح دیتا ہوں ہاں اگر کسی اور احمدی عورت کی عزت کا سوال ہوتا تو میں گورنمنٹ کے ایسا پیچھے پڑتا کہ گورنمنٹ مجبور ہو کر توجہ کرتی۔ یاد رکھو کہ قومیں اپنی عزت خود قائم کرایا کرتی ہیں اور اگر آپ لوگ اپنے دماغوں پر ذرا سا زور دیں اور تھوڑا سا غور کریں تو ایسے طریق سوچ سکتے ہیں جن پر عمل کر کے قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی آپ اپنی عزت قائم کر سکتے ہیں۔ اور گورنمنٹ کو مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں دخل دے اور کوئی وجہ نہیں کہ نہ دے۔ جب تک کہ اس کے چھوٹے افسر اسے فریب نہ دے رہے ہوں اور دھوکا میں نہ رکھ رہے ہوں۔

اس کے بعد میں ایک اور بات کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ جمعہ میں عین اُس وقت جبکہ میں خطبہ پڑھ رہا تھا کسی شریر نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر باتیں سننے کی کوشش کی اس پر بعض دوستوں نے اسے روکا اور چلے جانے کو کہا لیکن وہ نہ ہٹا۔ اس پر ایک شخص نے نیچے اُتر کر اسے یہاں سے ہٹا دینے کی کوشش کی اور سُنا گیا ہے کہ ایک دو اور آدمی بھی نیچے اُتر گئے اور کچھ شورش سی ہو گئی۔ اس پر میں نے کہا کہ اپنے آدمیوں کو پکڑ لاؤ اور چونکہ اس متنفّس کا یہاں آ کر مداخلت بیجا کا ارتکاب کرنا اور خصوصاً اس صورت میں کہ خطبہ میں بھی انہی لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی دلآزاریوں کا ذکر ہو رہا تھا بہت ہی اشتعال انگیز حرکت تھی اس لئے میں نے بعض

دوستوں کو قسمیں دیکر نیچے بھیجا کہ تم نے بالکل ہاتھ نہیں اٹھانا ہوگا اور صرف اپنے آدمیوں کو پکڑ کر لانا ہوگا۔ یہ واقعہ یہاں ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں ہوا۔ لیکن پولیس نے جو کارروائی کی وہ یہ ہے کہ ہمارے معززین کی ضمانتیں لے لیں اور ضمانتیں بھی ہزار ہزار روپیہ کی حالانکہ دنیا کے عام قواعد کے لحاظ سے بھی یہ کارروائی سراسر ناجائز تھی۔ جب یہاں تھانہ قائم ہوا تو ہوم سیکرٹری صاحب، ڈپٹی کمشنر صاحب اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس سب نے یہی کہا کہ چونکہ اس علاقہ میں جرائم کی کثرت کے علاوہ مذبح کی وجہ سے بھی بہت جوش اِردگرد کے دیہات میں پھیل گیا ہے اس لئے قادیان کی حفاظت کے لئے بھی تھانہ کا یہاں قیام اشدّ ضروری ہے۔ مگر مباہلہ میں شائع ہوا ہے کہ احمدیوں کو شرارتوں سے روکنے کے لئے یہاں تھانہ قائم ہوا ہے۔ اس کی ذمہ داری بھی مقامی پولیس پر عائد ہوتی ہے۔ میں ہوم سیکرٹری صاحب اور ڈپٹی کمشنر صاحب اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس سے واقف ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ نہایت اچھے آدمی ہیں اور میں ایک منٹ کیلئے بھی خیال نہیں کر سکتا کہ انہوں نے پولیس والوں کو اندر سے کچھ اور کہا ہو۔ لیکن اس طرح مستریوں کا مباہلہ میں غلط بیان شائع کرنا ظاہر کرتا ہے کہ مقامی پولیس کے بعض افسروں نے ان کو دھوکا دیا ہے اور ان کے سامنے جھوٹ بولا ہے۔ اگر یہ قیاس درست ہے تو کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس پولیس کو افسروں نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ جرائم کی روک تھام کے علاوہ وہ احمدیوں کی حفاظت کرے اس کے بعض افسر نہایت مُفسدانہ طریق پر احمدیوں کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔ یہ بات کبھی چُھپی نہیں رہے گی اور ان افسروں کی ناجائز کارروائیاں آخر ظاہر ہو کر رہیں گی۔ یہ سخت نادانی ہے کہ پولیس کے بعض افسر یہ سمجھتے ہیں وہ حاکم ہیں وہ ہرگز حاکم نہیں بلکہ ہمارے خادم اور نوکر ہیں اور انہیں خادم اور نوکر ہو کر ہی رہنا پڑے گا۔ احمدی بے شک وفادار ہیں لیکن وہ آزاد ہیں اور اگر ان میں آزادی کی یہ روح نہ ہوتی تو وہ کبھی گورنمنٹ کے لئے اتنی قربانیاں نہ کر سکتے۔ کیونکہ جو شخص آزاد نہ ہو بُزدل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں پولیس بھی بھاگ گئی وہاں بھی احمدیوں نے انگریزوں سے وفاداری کا ثبوت دیا۔ گوجرانوالہ کے سٹیشن پر جب تمام پولیس میدان چھوڑ کر بھاگ چکی تھی ایک احمدی لڑکے نے ایک انگریز افسر کی جان بچائی۔ اسی طرح ان ایام میں جب خود پولیس کے اوسان خطا ہو چکے تھے ایک احمدی یعنی حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے کانگریس کے سٹیج پر کھڑے ہو کر حکومت کی حمایت میں

تقریر کی اور لوگوں کو کہا کہ تمہارے گھروں میں کھانے کو موجود ہے اس لئے تمہیں کوئی فکر نہیں لیکن ان بیواؤں اور مفلوک الحال لوگوں کا خیال کرو جو مزدوری کر کے وقت کے کھانے کی ضروریات اسی وقت خریدتے ہیں ان کو کس قدر تکلیف ہو رہی ہے اس لئے جاؤ اور ہڑتال کھول دو تا وہ بھوکوں نہ مریں اور اس قدر جرأت اور دلیری کی وجہ صرف یہی تھی کہ احمدیوں میں حُرِیّت کی روح ہے۔ ہم اپنی جماعت کو بتاتے ہیں کہ جان و مال کوئی چیز نہیں تمہارے انعامات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس لئے اس کی خاطر ہر ایک قربانی کرنے سے دریغ نہ کرو۔ پس ایسے افسروں کو یاد رکھنا چاہئے کہ احمدی خوشامد ہرگز نہیں کریں گے اور اگر ایسا کوئی کرے گا تو میں اسے سخت سزا دوں گا کیونکہ وہ قوم کی ناک کاٹنے والا ہوگا۔ اور نہ ہی احمدی ناجائز فوائد کے حصول میں مدد دیں گے بلکہ روک ہوں گے اور اگر مجھے پتہ لگ گیا کہ کوئی احمدی ایسا کرتا ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا اس لئے ان باتوں کی امید رکھنے والے پولیس افسر جس قدر جلد ممکن ہو ان امیدوں کو قطع کر دیں۔ ان کی امیدیں ایک دو کو ڈرانے سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ ضمانت کیا چیز ہے اگر کسی کو پھانسی کی سزا بھی دی جائے اور وہ بُزدلی دکھائے تو ہم اسے ہرگز منہ نہیں لگائیں گے بلکہ میں تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھوں گا۔ لیکن اگر کسی سے برداشت نہ ہو سکے اور دوسرے کے جوش دلانے پر وہ ضبط نہ کر سکے تو وہ ہرگز جھوٹ نہ بولے اور صاف کہہ دے کہ میں نے مارا ہے۔ ایسا کرنے والا بے شک ہمارا بھائی ہے اور ہم اسے اپنا شریکِ حال سمجھیں گے اور اس کا اعترافِ قصور ہی اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا لیکن اگر کوئی پھانسی سے ڈر کر بھی بُزدلی کا اظہار کرتا ہے تو اس سے ہمارا قطعاً کوئی تعلق نہ ہوگا۔

میں امید کرتا ہوں کہ ہر احمدی ایسا ہی ثابت ہوگا اور پولیس افسر دیکھ لیں گے کہ ان کے ڈراوے احمدیوں کو ہرگز مرعوب نہیں کر سکتے۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا آئے گا اور اگر ان کے اندر یہ جرأت ہے کہ دس لاکھ احمدیوں کو قید میں ڈال دیں اور اگر وہ سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ اتنی بڑی جماعت کو جو بغیر لالچ اور اغراض کے اس کی وفاداری کر رہی ہے وفاداری کے مقام سے ہٹانا پسند کرے گی تو وہ جو چاہیں کر کے دیکھ لیں۔ گورنمنٹ اِس وقت خیر خواہوں کی سخت محتاج ہے اور ابھی تھوڑے دنوں میں وہ اور بھی محتاج ہو گی۔ ہم نے ہمیشہ حکومت کی وفاداری کی ہے اور ہمیشہ اس کے شریکِ حال رہے ہیں۔ اگرچہ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ

ہمارے ملکی لیڈر بھی ایک حد تک حق بجانب ہیں اور بعض حقوق اب ہندوستان کو ضرور ملنے چاہئیں اور ان کے لحاظ سے ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ ہیں خواہ وہ گاندھی جی ہوں یا نہرو یا ہمارے سلسلہ کا منہ پھٹ دشمن ''زمیندار'' ہی کیوں نہ ہو مگر بعض باتوں میں ہم گورنمنٹ کو بھی حق بجانب سمجھتے ہیں اور اس کی تائید کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب کوئی قوم اپنی حفاظت کے لئے کھڑی ہوتی ہے تو اس کو اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ دوسرے معاملات میں دخل دے سکے اور اگر ہمیں اپنی حفاظت کے لئے اُٹھنا پڑا تو ہم نہ تو حکومت کی کوئی مدد کرسکیں گے اور نہ ہی ملک کے سیاسی لیڈروں کی۔ پس اگر یہاں کی پولیس میں اتنی جرأت ہے کہ وہ اس آگ کو بھڑکا سکے تو اس کی مرضی اس صورت میں مَیں سمجھتا ہوں گاندھی جی کو کوئی ضرورت نہ ہوگی کہ گورنمنٹ کو کمزور کرنے کے لئے جتھے بناتے پھریں اور والنٹیر بھرتی کریں ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہندوستان کی پولیس کو اپنا کام کرنے دیں کیونکہ جو کچھ وہ کرتی ہے وہ گاندھی جی کی ہی تائید ہے اور اس میں سے کئی افسروں کے افعال لوگوں کو گورنمنٹ سے باغی کرنے کے لئے بالکل کافی ثابت ہوں گے کیونکہ باغی وہی ہوتا ہے جو تعاون نہ کرے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک گزشتہ جلسہ میں جو بعض احمدیوں نے تقریریں کی ہیں انہیں پولیس نے عام ریمارک سمجھا ہے حالانکہ وہ عام ریمارک نہ تھے۔ لیکن جو افسر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ میرا قصور نہیں اسے چاہئے کہ اپنے رویہ سے اس کا ثبوت بہم پہنچائے اور شریروں کو سزا دے اور اپنی طاقت استعمال کر کے ناجائز کارروائیاں کرنے والوں کی گرفت کرے لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو ہم یہ سمجھنے کے لئے مجبور ہیں کہ وہ بھی ان کے ساتھ ہے۔ جب اس بات کو تسلیم کیا جا چکا ہے کہ بعض نے غلطی کی ہے تو ضروری ہے کہ غلطی کرنے والوں کی گرفت کی جائے۔ اب مقدمہ عدالت میں جا چکا ہے اور وہاں جو ہوگا دیکھا جائے گا لیکن میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ کسی موقع پر بھی بُزدلی نہ دکھائے۔ اگر کسی نے کسی کو کچھ کہا ہے تو صاف طور پر اقرار کرلے کہ ہاں میں نے ایسا کیا ہے اور اگر کوئی اس کے پاس آکر اسے کہے کہ اپنے قصور سے انکار کردے تو وہ سمجھ لے کہ وہ اس کا دشمن ہے جو اس کی دنیا کے ساتھ اس کی روحانیت کو بھی تباہ کرنا چاہتا ہے اور ایسے شخص کو پکڑ کر میرے پاس لانا چاہئے۔ اول تو تمہارا فرض یہ ہونا چاہئے کہ اپنے نفسوں پر قابو رکھو لیکن اگر حد درجہ اشتعال کے وقت کبھی بات ہاتھ سے نکل جائے تو ضروری نہیں انسان ہر سچائی کو ہر ایک

کے سامنے بیان کرتا پھرے ہاں اگر بیان کرنا پڑے تو سچائی پر قائم رہے تا قوم میں بھی عزت ہو اور خدا تعالیٰ کے ہاں بھی۔ جو شخص اپنی غلطی کو جھوٹ سے نہیں چھپاتا وہ قوم کی عزت کا مستحق ہے۔ ایک دفعہ غیر احمدیوں کے جلسے کے موقع پر ہمارا ایک نوجوان مخالفوں کے اشتعال دلانے پر ان سے لڑ پڑا۔ اگر وہ جھوٹ بول دیتا تو کبھی نہ پکڑا جاتا لیکن میں نے اسے کہا: جھوٹ بالکل نہ بولنا۔ چنانچہ اس نے اقرار کر لیا کہ میں نے مارا ہے اور اِس وجہ سے ہم بھی اس پر خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی وہ اجر کا مستحق ہو گیا۔

احمدی کسی گورنمنٹ سے ہرگز نہیں ڈرتے وہ محض احمدیت سے ڈرتے ہیں۔ کم از کم میں تو کسی گورنمنٹ کے قانون سے شمّہ بھر نہیں ڈرتا صرف اللہ تعالیٰ کے قانون سے ڈرتا ہوں۔ اور حکومت کے قانون کی تعمیل محض اس لئے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وگرنہ برطانیہ کی شان و شوکت میری نظر میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ بہر حال وہ ایک اجنبی حکومت ہے۔ مجھے اگر اس سے اخلاص یا ہمدردی ہے تو محض اللہ تعالیٰ کیلئے اور یہی تعلق دیرپا اور قابلِ قدر ہوتا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ امن سے رہو اس لئے اگر پولیس کا ایک سپاہی بھی نہ ہو تب بھی ہم کوئی ایسی کارروائی نہیں کریں گے جس سے امن میں خلل ہو۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کسی بات کے کرنے کا حکم دیتا ہے تو خواہ پولیس کے سپاہی چھوڑ فوجیں بھی بیٹھی ہوں تب بھی پرواہ نہیں کریں گے۔ مومن اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوتا ہے اس لئے تم سب اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ اور کسی سے ہرگز مت ڈرو۔ دنیا کی زندگی چندروزہ ہے ہمیشہ کیلئے یہاں کوئی نہیں بیٹھ رہے گا۔ ایک مسیح کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ آج تک زندہ ہے لیکن ہمارے مسیح نے آکر اسے بھی مار دیا اس لئے ایک احمدی کو تو دنیا میں ہمیشہ رہنے کے امکان کا کوئی شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہم صرف ایک خدا کے ماننے والے ہیں جس بات کے کرنے کا خدا تعالیٰ کا حکم ہو وہ خواہ فوجیں بھی موجود ہوں ہم کر کے رہیں گے لیکن جس سے منع کیا ہوا سے خواہ کوئی بھی دیکھنے والا نہ ہو نہیں کریں گے۔ یہ تعلیم ہے کہ جو میں دیتا ہوں اگر احمدیت کو قبول کیا ہے تو دلیر اور جری بنو۔ مؤمن کا چہرہ دیکھ کر ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ بہادر اور جری ہے۔ بدر کی جنگ میں کفار بہت زیادہ تھے اور مسلمان بہت کم تھے۔ کفار نے ایک آدمی کو بھیجا کہ جا کر دیکھو مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے۔ اس نے اردگرد گھوڑا دوڑا کر دیکھا اور آکر کہا کہ مسلمانوں کی تعداد تو بہت قلیل ہے لیکن میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ ان سے لڑائی مت

کرو۔ کفار نے کہا: تُو بڑا بزدل ہے کہ تھوڑے آدمی دیکھ کر ڈر گیا۔ اس نے کہا کہ بھائیو! میں نے وہاں آدمی نہیں دیکھے بلکہ دیکھا ہے کہ ان البلا یا تحمل المنایا [2] یعنی اونٹنیوں پر موتیں سوار ہیں۔ میں نے جس چہرہ کو دیکھا ہے وہ گویا موت نظر آتی تھی۔ پس مومن وہی ہے جس کے چہرہ کو دیکھ کر مخالف سمجھ لے کر یہ زمین پر آدمی نہیں بلکہ موت چل رہی ہے اس لئے مؤمن بنو اور ساتھ ساتھ اپنی اصلاح بھی کرتے رہو اور دعائیں کرتے رہو۔ یہ مت خیال کرو کہ ہم کمزور ہیں' ہماری دعائیں نہیں سنی جائیں گی۔ اگر اُس کے بندے ہو تو وہ ضرور سنے گا۔ ہاں جو بندگی سے نکل کر کفر اختیار کر لے وہ چونکہ باغی ہو جاتا ہے اس لئے اُس کی نہیں سنی جاتی۔ پس عبد بن جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی جنت تمہارے ساتھ ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم اس کے پرستار بن سکیں اور کوئی طاقت اپنی ذات میں ہمیں ڈرانے والی نہ ہو۔ ہم جس کا لحاظ کریں اللہ تعالیٰ کے لئے کریں وہ جس کی مخالفت کریں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہی کریں۔

(الفضل ۱۱۔اپریل ۱۹۳۰ء)

---

[1] النساء: ۱۴۶

[2] سیرت ابن ہشام (عربی) جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء